© rasailojaraid.com

اسلام...... ہر عہد کا مکمل ضابطۂ حیات ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

روزنامہ جنگ گروپ نے پانچ سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس العربیہ کے پاس بھیجا، حضرت کی طرف سے ان سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں، وہ پیش خدمت ہیں، سوالات یہ تھے:

سوال نمبر ۱: آپ کے خیال میں سیاسی اسلام، اسلامی بنیاد پرستی، اسلام ازم، انقلابی اسلام جیسی اصطلاحات کوئی مفہوم رکھتی ہیں؟

سوال نمبر ۲: مغربی تجزیہ نگار نے دعویٰ کیا ہے کہ 6 ہزار قرآنی آیات میں سے 80 میں عوامی قوانین بتائے گئے ہیں۔ جدید مملکتوں کو چلانے کے لیے ان سے زیادہ قوانین کی ضرورت ہے کیا یہ صحیح ہے اور یہ قوانین کیسے تشکیل دیئے جائیں؟

سوال نمبر ۳: دوسرے مذاہب کی بنیاد پر ملکوں کی کوئی تنظیم نہیں ہے۔ اسلامی ملکوں کی تنظیم کیوں؟ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۴: اجماع، اجتہاد، شوریٰ سے مسلمان ممالک کیا مغربی جمہوریت جیسی آزادیاں حاصل کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۵: حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ کون طے کرے گا کہ عوامی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اظہار کیسے کر سکتی ہے؟

❶ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اسلام کی تعلیمات چونکہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہیں جن میں سیاست بھی داخل ہے اس لیے اسلام میں سیاست کو دین و مذہب سے بے تعلق کرنے کا جواز موجود نہیں۔ دین کا اصل مقصد بندے کا اپنے خدا سے تعلق قائم کرنا ہے، جس کا مظاہرہ عبادات واطاعات کے ذریعے ہوتا ہے۔ سیاست و حکومت بھی اسی مقصد کی تحصیل کا ایک ذریعہ ہے، لہٰذا اسلام میں وہی سیاست و حکومت مطلوب ہے جو اس مقصد میں مدد و معاون ہو، اس کے برعکس جو سیاست اس مقصد کو پورا کرنے کے بجائے دین کے اصل مقاصد میں بے جا گیسو تراشی کر کے انہیں مجروح کرے، وہ اسلامی سیاست نہیں، خواہ اس کا نام "اسلامی" رکھ دیا گیا ہو۔

بنیاد پرستی کی اصطلاح، ہم اب تک سمجھ نہیں سکے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ عام طور پر بنیاد پرستی کا الزام انہی لوگوں پر لگایا جاتا ہے جو اسلام کی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں، جن کا ظاہر و باطن اپنے دین و مذہب کے سانچہ میں ڈھلا ہوتا ہے، وہی اس الزام کا نشانہ بنتے ہیں، اگر بنیاد پرستی کے معنی واقعتاً یہی ہیں تو ہر مسلمان کو ایسی بنیاد پرستی پر فخر ہونا چاہیے، یہ اصطلاح بھی دراصل مغربی طرز فکر کی کارفرمائیوں کا نتیجہ ہے۔ خود مغرب و یورپ کے روحانی پیشوا جس انتہاء پسندانہ بنیاد پرستی کا شکار ہیں، اس تناظر میں ہم مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کی تعلیمات پر عمل کے "جرم" میں بنیاد پرستی کا الزام لگانا ایک مضحکہ خیز پروپیگنڈہ ہے۔ اس طرز فکر کے خول سے باہر نکل وہ اپنے مذہبی پیشواؤں کی انتہاء پسندانہ طرز فکر کو بنیاد پرستی کا نام کیوں نہیں دیتے؟ مغرب کی پاپائیت مذہبی تعلیمات سے ذرہ برابر انحراف کرنے والوں کو اپنے دین و مذہب کا باغی اور برگشتہ قرار دیتی ہیں۔ آخر بنیاد پرستی کا نزلہ مسلمانوں پر ہی کیوں گرتا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر "اسلام ازم" اور "انقلابی اسلام" جیسی اصطلاحات دینِ اسلام کی تعلیمات کے ساتھ سو فیصد ہم آہنگ ہوں تو انہیں ایک مسلّمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ اور اگر یہ نعرہ یا یہ اصطلاح کسی مفکر، کسی دانشور یا کسی جماعت نے اپنے مخصوص افکار و نظریات کے پس منظر میں ایجاد کیا ہے تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان افکار و نظریات کو پرکھ لینے کے بعد ان اصطلاحات کے مفہوم اور ان کے مقام کو واضح کیا جا سکے گا۔

❷ یہ محض ایک مفروضہ ہے جو مغربی تجزیہ نگار کی تنگ نظری، کم مائیگی اور علمی بے بضاعتی کا ثمرہ ہے۔ قرآن کریم میں 500 آیات کریمہ معاشی اور معاشرتی قوانین اور ضابطوں پر مشتمل ہیں اور ان قوانین و احکام کی وضاحت، تشریح اور تفسیر میں علمائے اسلام نے گراں قدر علمی خدمات اور بلند پایہ تصانیف کا ذخیرہ مرتب کیا، چوتھی صدی ہجری کے مشہور حنفی عالم ابو بکر جصاصؒ نے چار جلدوں میں، ساتویں صدی ہجری کے مالکی عالم ابن العربیؒ نے سات جلدوں میں، امام شافعیؒ نے ایک جلد میں اور اب ہمارے اس آخری دور میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے چھ جلدوں میں "احکام القرآن" کے نام سے مستقل کتابیں تحریر فرمائیں ہیں جن میں قرآن کریم کے ان احکام و قوانین پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے جو قرآن کی ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں...... یہ تو ہم نے چند نام گنائے ورنہ اس موضوع پر ایک مستقل کتب خانہ امت کے علماء نے تیار کیا ہے...... یہ وہ کتابیں ہیں جو قرآن کریم کے خالص احکام سے متعلق مرتب کی گئی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ بے شمار تفاسیر کے ضمن میں آیاتِ احکام سے متعلق جو ذخیرہ ہے، وہ اس کے علاوہ ہے۔

قرآن کے بعد مسلمانوں کے لیے دوسرا ماخذِ قانون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ ہیں۔ اسلام کی شاندار اور تابناک تاریخ میں ایک کامیاب حکمران کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نہج پر چلنے والے بعد کے خلفاء راشدین کے طرزِ حکومت و سیادت نے اسلامی شریعت کا دامن جن لازوال تعلیمات اور قوانین و ضوابط کے سرمایہ سے بھرا، وہ جدید مملکتوں کو چلانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ بلکہ کسی بھی ریاست اور مملکت کی کامیابی کا دار و مدار انہیں تعلیمات پر منحصر ہیں...... یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کاروبارِ حکومت کو کامیابی سے چلانے کا جو مستحکم نظام اسلام نے فراہم کیا، دوسرے مذاہب آج تک ایسا نظام پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اسلام ہر عہد اور ہر زمانہ کے مسائل کا حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، یہ کہنا غلط ہے کہ جدید مملکتوں کو چلانے کے لیے اسلامی قوانین کفایت نہیں کرتے۔ خود پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل نے جو سفارشات ایک اسلامی فلاحی مملکت کے لیے مرتب کی ہیں وہ آج کی جدید ریاست کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں، اصل مسئلہ عمل کرنے اور اسلام کے قوانین کو روبہ عمل لانے کا ہے، تشکیل اور ترتیب کا کام کب کا ہو چکا ہے۔

❸ مسلمانوں کی شوکت و قوت اور اتحاد و اتفاق کے اظہار کے لیے ہم اسلامی ملکوں کی تنظیم کی تحسین ہی کر سکتے ہیں۔ اسلام پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک ایسی اکائی میں پرونا چاہتا ہے جو ایک دوسرے کے دکھ درد اور غم و خوشی میں شریک ہوں، اسلام روئے زمین پر اللہ کا دین برحق ہے، اس کے ماننے والے اور اس کی آغوش میں آنے والے دوسرے تمام مذاہب کے پیروکاروں سے الگ ہونے چاہئیں، اس لیے کہ ان کے بنیادی عقائد، ان کی معاشرتی تعلیمات، ان کے معاملات کے احکام اور ان کی عبادات کا اساسی ڈھانچہ ایک ہی ہے، ان کی ہدایات کا سرچشمہ قرآن اور حدیث ہے جو بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے اپنی اصل شکل میں موجود ہیں جس پر ایمان و یقین رکھنا سب مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر ضروری ہے۔ دوسرے مذاہب اپنے پیروکاروں کو یہ ہم آہنگی فراہم نہیں کرتے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے، رسول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد، إذا اشتكى عضو تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى"۔ "آپ مؤمنوں کو دیکھیں گے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، محبت اور شفقت میں ایک جسم کی مانند ہیں کہ جسم کا کوئی ایک حصہ تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث ہے "المؤمن للمؤمن كالبنيان، يشدبعضه بعضا"۔ "ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے۔"

اس لیے اسلامی ملکوں کی مشترکہ تنظیم کو دیکھ کر یہ اشکال کرنا درست نہیں کہ دوسرے مذاہب کی بنیاد پر ملکوں کی کوئی تنظیم نہیں تو اسلامی ملکوں کی مشترکہ تنظیم کیوں بنائی گئی!

❹❺ عوامی حاکمیت یا دوسرے لفظوں میں "موجودہ جمہوری نظام حکومت" کی پشت پر ایک مستقل مگر باطل فلسفہ کار فرما ہے، جو اسلامی تعلیمات کے ساتھ کئی امور میں متصادم ہے۔ جمہوریت کی پوری عمارت اس بنیاد پر استوار ہے کہ عوام کو حاکم اعلیٰ اور ان کا ہر فیصلہ جو کثرت رائے کی بنیاد پر ہو واجب التعمیل باور کیا جاتا ہے۔ موجودہ جمہوریت میں لوگوں کو تولا نہیں، گنا جاتا ہے، اس میں ایک تجربہ کار عالم و دانشور اور ایک منچلے نوجوان کی رائے کی ایک ہی حیثیت ہوتی ہے۔ الغرض جمہوریت نے کثرتِ رائے کو قانون ایزدی کا مقام و مرتبہ دیا کہ اس کا کوئی فیصلہ رد نہیں کیا جا سکتا۔

اس فلسفہ کی جائے پیدائش مغرب و یورپ ہے۔ جمہوری نظام کے خدوخال وہیں تراشے گئے اور عملاً یہ نظام وہاں نافذ بھی ہے۔ اس نظام نے جو خرابیاں پیدا کیں، وہ یورپ اور مغرب کی جمہوری سیاست کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں کے لیے واضح حقیقت ہے۔ آپ دیکھتے ہیں، اسی نظریہ کی بنیاد پر مغربی ممالک میں بدسے بدتر قوانین کثرتِ رائے (جمہوریت) کے زور پر، مسلسل نافذ کیے جاتے ہیں۔ زنا جیسی بدکاری سے لے کر ہم جنسی جیسے حیاسوز اور اخلاق شکن عمل تک کو جمہوریت ہی کی راہوں سے سند جواز مہیا کیا گیا ہے۔ اس طرزِ فکر نے دنیا کو اخلاقی تباہی کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔ عوامی حاکمیت کو باطل باور کرنے اور اسے معیارِ حق قرار دینے کے خلاف اس سے زیادہ واشگاف اعلان اور کیا ہو سکتا ہے، جو قرآن کریم نے کیا ہے۔ "وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله۔" "اور اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے، تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے"۔

سیاست و حکومت کے حوالہ سے دین اسلام نے جو واضح تعلیمات فراہم کی ہیں، ان میں موجودہ آزاد جمہوری نظامِ حکومت کے نفاذ کے جواز کے لیے قطعاً گنجائش نہیں۔ اجماع، اجتہاد اور شوریٰ سے حقِ جواز حاصل کر کے، مسلمان ممالک مغربی جمہوریت جیسی آزادیاں کیوں کر حاصل کر سکتے ہیں؟ جمہوری نظام کی ان خرابیوں اور پھر ان پر قدغن لگانے والی اسلام کی واضح تعلیمات کے زیر اثر رہ کر عوامی حاکمیت سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اظہار کی امیدیں باندھنا اور اس میں حاکمیتِ خداوندی کا عکس تلاش کرنا ممکن نظر آتا ہے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com